ہارون

پی ایچ ڈی اسکالر (اُردو)

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر محمد ارشد اویسی

صدر، شعبۂ اُردو

لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

اردو زبان اور اس کا رسم الخط: ایک تجزیاتی مطالعہ

Urdu language and its script: An analytical study

Abstract:
Urdu script has been derived from Persian script and Persian script is a modified form of Arabic script. Urdu script can represent all basic meaningful sounds of Arabic and Persian. Some letters of Alphabets have been formed to represent local sounds. Now it has obtained status of comprehensive and developed form of script to represent all meaningful sounds. It can fulfil the needs of Urdu language to tackle the challenges of modern linguistic era. In this research article an effort has been made to explain the unique and unparalled features of Urdu script. All suggestions to replace it with Roman script have been rejected by the majority in the past. It is a model of short handwriting and has charming and attractive visual figures in the form of letters. It has been remained impossible to replace it because in this way Pakistan may lose its cultural, literary and historical assets and heritage.

Key words: script, modified, meaningful, comprehensive, linguistic, tackle, unique, features.

کلیدی الفاظ: رسم الخط، ترمیم شدہ، بامعنی، جامع، لسانی، نمٹنا، لاثانی، خصوصیات۔

زبان اور رسم الخط کا تعلق، زمین اور درخت، جسم اور کھال، اور روح اور قالب جیسا ہوتا ہے۔ زبان کا ہر لفظ ایک جداگانہ اور منفرد صوت کا نمائندہ اور ترجمان ہوتا ہے۔ در حقیقت ابتدا ہی سے زبان کے تکلمی پہلو کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے اور تحریر کو زبان کا جزو لاینفک بہت تاخیر کے بعد تسلیم کیا گیا مگر عصرِ رواں میں تحریری نقوش (علامات) کو بھی ملفوظی اصوات کی طرح بنیادی اہمیت حاصل ہو چکی ہے۔ ملفوظی اصوات کی دوامیت اور اثر پذیری

تحریر کی رہینِ منت ہے۔رسم الخط اورزبان کوالگ الگ نہیں سمجھناچاہیے۔رسم الخط کے بغیر زبان اورزبان کے بغیررسم الخط بےمعنی اور بے وقعت ہیں۔

زبان کے دامن کوعلم وادب اور حکمت وبصیرت کے خزینوں سے بھرنے کی ذمہ داری اور فریضہ رسم الخط کا ہوتا ہے۔ زبان کے رسم الخط کی تبدیلی زبان کی تقلیبِ ماہیت کادوسرانام ہے۔اردوزبان اپنے اس موجودہ رسم الخط سے تہذیبی وثقافتی اور تاریخی ولسانی طورپراس طرح انسلاک رکھتی ہے۔کہ ان کوایک دوسرے سے الگ کرنا اردو کو زندہ درگور کرنے کے مترادف ہے۔اسی لیےاس کے موجودہ خط کوبدلنے کی ہر کوشش،خواہ وہ نیک نیتی یابدنیتی سے کی گئی ہو، کوہمیشہ رد کیا گیاہے اوردرخوراعتنانہیں سمجھا گیا۔اوریوں علمی وادبی اور تاریخی وثقافتی ورثے کی حفاظت وترویج کویقینی بنانے کی سعیِ جمیلہ کی گئی ہے۔

اردوسے اس کے رسم الخط کا تعلق اورانسلاک واشتراک بہت قدامت کاحامل ہے کیوں کہ اردو محض زبان نہیں ہے بلکہ ایک تہذیبی علامت ہے۔[1] یہ خط ایک مبسوط تاریخ وروایت کاحامل ہے۔کسی بھی زبان کارسم الخط، اس قوم کے لسانی مزاج اور فلسفے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔اردوخط نے تہذیب وثقافت کی تشکیل وتزئین اور فروغ و ارتقا میں اساسی کرداراداکیاہے۔رسم الخط کے توسط سے ایک طرف توصوتی ادائیگی کافریضہ انجام پاتاہے تودوسری طرف دنیاکے بہت سے اسلامی ممالک کے ساتھ موجود دینی وثقافتی رشتوں کی تجدیدوبقاممکن ہوجاتی ہے۔ یہ خط ایجاد و اختراع کے نت نئے پہلوؤں کاحامل ہے۔اس کے موجدوں نے اپنی جدت طبع اوررنگینیِ قلم سے اسے مصوری کے درجے تک پہنچادیاہے۔

تحریرکواصولوں کامجرد(Abstract)نظام تسلیم کیاجاتاہےاوراس میں لفظوں اورجملوں کے تحریری نشانات (حروف تہجی) اور ان کیترتیب کوایک مخصوص نظام کے اصول وضوابط کے تابع کرکے اصوات کے بصری روپ میں پیش کیاجاتاہے۔ایک تحریری نظام کے تحت الفاظ اور حروف کی صحیح بصری نمائندگی،رسم الخط کہلاتی ہے۔[2] رسم الخط سے مرادکسی زبان کامخصوص حروف کے ذریعے تحریری اظہارہےیارسم خط کسی بھی زبان کو صفحۂ قرطاس پرمنتقل کرنے کی معیاری صورت کانام ہے۔اردوخط کے حوالے سے یہ حقیقت پیش نظررہنی چاہیے کہ اس کاتعلق خطِ کوفی سے بہت گہراہے۔[3]

عربی خط کورومن خط کے بعددنیاکااہم ترین خط تسلیم کیاجاتاہے۔اس خط کااستعمال دنیاکے ایک وسیع حصے میں اور وسیع پیمانے پر ہورہاہے۔بہت سی ترقی یافتہ زبانیں،عربی رسم الخط یااس سے ماخوذ خطوں میں لکھی جارہی ہیں۔

اس خط کے ارتقا کی تاریخ، سمیری، چینی اور قدیم مصری تحریروں کے مقابلے میں مختصر ہے، مگر اپنی دلکشی، جاذبیت، افادیت اور فطری صلاحیتوں کے پیش نظر اس نے بہت جلد ارتقا و عروج کی منزلیں طے کی ہیں اور خود کو ایک عالم گیر اور ہمہ گیر خط کے طور پر ابھارا ہے۔[4]

ذہنِ انسانی نے ابتداً مختلف بامعنی اصوات کے لیے حروف (نقوش) وضع کیے۔ موجودہ حروف تہجی، ان مختلف علامات (نشانات) کی ترقی یافتہ شکلیں ہیں۔ انھی علامات ونشانات (حروف ابجد) کو بنیاد بنا کر رسم الخط کی تشکیل ممکن ہوئی۔ بعض زبانوں کے لیے ایک سے زیادہ رسم الخطوں کا رواج بھی پایا جاتا ہے اور کہیں ایک ہی رسم الخط ایک سے زیادہ زبانوں کے لیے مروج ہے، جیسے: پاکستان میں اردو کا رسم الخط پنجابی سمیت کئی زبانوں کے لیے مستعمل ہے۔

رسم الخط مختلف خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں جیسے: کچھ خط دائیں سے بائیں اور کچھ اس کے برعکس لکھے جاتے ہیں جبکہ کچھ رسم الخط اوپر سے نیچے کی طرف لکھے جاتے ہیں۔ رسم الخط کے معیار و وقار کو پرکھنے کا عمومی پیمانہ تو یہ ہے کہ وہ خط اس زبان کی تمام اصوات کو، جس کے لیے وہ ایجاد ہوا، صحت وصفائی اور سہولت سے محفوظ کرے تاکہ پڑھنے والے کی زبان سے وہ اصوات بالکل اسی طرح سے ادا ہوں، جیسے بولنے والے کی زبان سے ادا ہوئی تھیں۔ زبان اور رسم الخط کے تعلق اور انسلاک واشتراک کے ضمن میں ڈاکٹر رابعہ سرفراز رقم طراز ہیں:

> ''ڈاکٹر شوکت سبزواری زبان کو درخت اور رسم الخط کو زمین قرار دیتے ہیں۔ جیسے ایک درخت کی نشو ونما میں اس زمین کا کردار نہایت اہم ہوتا ہے، جس میں ایک درخت کی جڑیں پیوست ہوتی ہیں۔ بالکل اسی طرح زبان کے ارتقا میں رسم الخط بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ رسم الخط کو زبان کا آئینہ بھی قرار دیا جاتا ہے، جس میں زبان کے تمام خط وخال نظر آتے ہیں''۔[5]

زبان اور رسم الخط نہ صرف بول چال اور لکھنے پڑھنے کے لیے ہوتے ہیں بلکہ کسی بھی قوم کی تہذیب وثقافت، علم و ادب اور فکر وفن کی بقا کے ضامن اور نئی نسل تک اس سرمایے کو پہنچانے کے ذمّہ دار ہوتے ہیں۔ رسم الخط کی تبدیلی کے باعث، اس تمام قومی اور نادر ورثے سے محروم ہونا پڑتا ہے، جو صدیوں کی ریاضت اور عرق ریزی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اس تبدیلی وترمیم کے نتیجے میں کسی بھی قوم کو ایسے قومی اور تاریخی نقصان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے، جس کی تلافی کسی طور پر صدیوں کی کارگزاری کے بعد بھی نہیں ہو سکتی۔ اردو خط، علمی وادبی اور لسانی وثقافتی حیثیت سے ہی مخصوص پہچان نہیں رکھتا بلکہ یہ ایک قومی اور تہذیبی شعار ہے۔

زبان، رسم الخط کے بغیر خود کو ادھورا محسوس کرتی ہے کیوں کہ اسی کے توسط سے وہ اپنے خزانوں کو علم و ادب، حکمت و فلسفے اور تاریخ و ثقافت سے لبریز کرتی ہے۔ ایک موثر اور جامع نوعیت کا رسم الخط، زبان کو نئی تراش خراش عطا کرتا ہے اور اسے وقتِ حاضر کے جدید تقاضوں اور اظہار و بیان کے رموز سے آگاہ کرتا ہے۔

اردو رسم الخط نے اردو زبان کے ساتھ اپنا بچپن اور لڑکپن، مسلم حکمرانوں کے زیرِ سایہ گزارا اور ارتقائی منازل کامیابی سے طے کیں۔ اردو اور اس کے رسم الخط سے برصغیر کے مسلمانوں کا رشتہ بہت قدیم ہے۔ اردو صرف زبان کا نام نہیں بلکہ ایک تہذیبی علامت بھی ہے۔(6)

رسم الخط کے بغیر کوئی بھی زبان محفوظ نہیں رہ سکتی۔ رسم الخط میں جو نقوش اور علامات استعمال ہوتی ہیں، انھیں حروف کہا جاتا ہے۔ ان حروف کے توسط سے زبان کی تحریری اور بصری صورت متعین ہوتی ہے۔ دنیا کی کوئی بھی چھوٹی بڑی زبان رسم الخط کے بغیر قائم دائم نہیں ہے۔ زبان کو مجموعۂ الفاظ بھی کہا جاتا ہے اور الفاظ اصوات سے مرکب ہوتے ہیں۔ اصوات، وہ تصویریں، خطوط، نقوش اور نشانات ہیں جو ارتقائی منازل طے کرنے کے بعد حروف کے بصری روپ میں قائم ہیں۔ ان حروف کا استعمال، درست تلفظ کی ادائیگی اور معنی کے اظہار کی خاطر کیا جاتا ہے۔ ان حروف کی مربوط صورت، رسم الخط ہے۔

زبان اور رسم الخط کے وجود میں آنے کے اسباب بہت سے ہوتے ہیں۔ ابتداً جب کوئی صوت زبان سے نکالی گئی ہوگی، تو اس صوت کی نمائندگی کے لیے مخاطب کو اصل شے دکھانے کی ضرورت پڑی ہوگی۔ یا جس چیز کی طرف توجہ دلانا مقصود تھا، اس کی نشاندہی کے لیے کوئی نقش یا علامت بنا دی گئی ہوگی۔ ٹھوس اشیا کی نمائندگی کے لیے یہ طریقہ کافی موثر تھا مگر جذبات و احساسات کی ترجمانی میں کافی دقت کا سامنا کرنا پڑا ہوگا، کیوں کہ جذبات و احساسات کا تعلق خارجی دنیا اور عالمِ محسوسات سے کم اور باطنی کیفیات اور دنیا سے زیادہ ہوتا ہے۔ ایسی صورتِ حال میں رسم الخط کی ضرورت یقیناً پڑی ہوگی۔ انسانی وضع کردہ مجرد اسموں کی علامتیں ہزاروں سال کی مسافت طے کرنے کے بعد حروف تہجی (حروف ابجد) کی شکل میں اپنا وجود قائم کرنے میں کامیاب ہوئی ہیں۔ زبان اور رسم الخط ایک ہی حقیقی مظہر کے دو روپ ہیں۔ بقولِ ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

> "زبان اور رسم الخط دو الگ چیزیں نہیں ہیں۔ کسی نے صحیح کہا ہے کہ رسم الخط کو کسی زبان کا محض لباس سمجھنا غلطی ہے۔ لباس کو اتار کر پھینکا جاسکتا ہے، بدلا جاسکتا ہے۔ رسم الخط زبان کا لباس نہیں بلکہ اس کی جلد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے اسے زبان سے الگ کرنے کا نتیجہ، زبان کی تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔"(7)

عموماً ایک غلط فہمی کا اعادہ کیا جاتا ہے کہ کسی ایک زبان کو کسی دوسری زبان کے رسم الخط میں پوری صحت کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے یا دوسری زبان کے مفاہیم و مطالب کو اپنی زبان کے رسم الخط میں من وعن اور ہو بہو ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ ایسا قطعی طور پر ممکن نہیں ورنہ دنیا کی ہر زبان کا اپنا ذاتی اور الگ رسم الخط نہ ہوتا اور پوری دنیا کی زبانیں ایک ہی قسم کے حروف یا رسم الخط میں لکھی جاتیں۔

جس طرح ایک مکمل، صالح اور توانا جسم، روح کو ترقی اور توانائی مہیا کرنے میں اساسی کردار ادا کرتا ہے، اسی طرح ایک زبان بھی ایک اچھے رسم الخط کی رہین منت رہتی ہے۔ کسی زبان کو اس کے اس رسم الخط سے علیٰحدہ کرنا، جو اس کے لیے مخصوص ہے، زبان کو اپنے ہاتھوں دلدل میں دھکیلنے کے مترادف ہے۔ بایں وجہ کسی بھی زبان کو اس کے رسم الخط سے الگ کرنے کی ہر چال عموماً ناکام رہتی ہے کیوں کہ زبان رسم الخط کی محتاج ہوتی ہے اور اس کے بغیر اپنے وجود کو خطرے میں پاتی ہے۔

رسم الخط کے اوصاف زبان کے ارتقاو عروج کے ضامن و محافظ سمجھے جاتے ہیں۔ رسم الخط اس نقطۂ نگاہ سے بھی اہم ہے کہ بلاشبہ وہ زبان کی نشو و نما میں براہ راست تو حصہ نہیں لیتا مگر وہ زبان کے مزاج، فطرت اور اس میں وقوع پذیر ہونے والی تبدیلیوں کا چشم دید گواہ ہے۔ اسی بنا پر وہ زبان کا آئینہ اور عکس ہے اور زبان کے اثر و نفوذ اور غرض و غایت کو ناپنے کے لیے ایک مقیاس کی سی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے زبان کی مبسوط اور مربوط تاریخ کی حامل ایک تصنیف بھی قرار دیا جاسکتا ہے۔

ایک درخت کو اکھیڑ کر جب دوسری جگہ پر لگایا جاتا ہے تو وہ دوسری زمین کی تاثیر اور زرخیزی کے باعث، ممکن ہے کہ وہ پھلے پھولے ہی نا، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ دوسرا ماحول، اس کے لیے اتنا مفید اور سود مند نہ ہو۔ اگر بالفرض وہ درخت وہاں بڑھوتری کے نقطۂ نگاہ سے زیادہ متاثر نہ ہو تو پھل پھول دینے کی صلاحیت تو یقیناً متاثر ہوگی۔

رسم الخط اور زبان کا تعلق بھی روح اور قالب جیسا ہے۔ رسم الخط تلفظ کے تابع ہے اور اس کا ہر حرف ایک جداگانہ آواز کا نمائندہ ہے۔ جس طرح روح اور جسم ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ بالکل اسی طرح کا تعلق، زبان اور اس کے رسم الخط میں ہے۔ اردو سے ہمارا تعلق اور قرابت داری بہت قدیم ہے کیوں کہ اردو محض زبان کا نام ہی نہیں بلکہ ایک تہذیبی علامت بھی ہے۔[8]

کسی زبان کے قدیم اور مروجہ رسم الخط کو ترک کر کے اس کی جگہ کسی نئے رسم الخط کو مسلط کرنا، ماہرین لسانیات کے زاویۂ نگاہ سے غیر فطری عمل ہے، جس کا نتیجہ زبان کی تباہی و بربادی کے ساتھ ساتھ تہذیبی ورثے سے محرومی کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

> ”کسی زبان کے قدیم رسم الخط کو ترک کرنا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا خط اختیار کرنا ایک غیر فطری عمل ہے۔ اس میں زبان کا مزاج بدل جاتا ہے۔ اس کی تاریخ مٹ جاتی ہے۔ لفظ بے جان ہو جاتے ہیں اور زبان میں وہ اثر اور جادو نہیں رہتا جو جگر پینے پر اس نے حاصل کیا تھا“۔ (9)

ایک زبان کو دوسری زبان کے رسم الخط کو اپنانے پر مجبور کرنا، اس زبان کو تہذیبی و تمدنی اور تاریخی و ثقافتی طور پر تنزل وابتری کی طرف گامزن کرنا ہے۔ قوم کے مزاج اور طبیعت پر رسم الخط براہ راست اثر انداز ہوتا ہے۔ اسی بنا پر اردو کے لیے متداول رسم الخط میں ہر طرح کی تبدیلی و ترمیم کو درخور اعتنا نہیں سمجھا جاتا رہا ہے۔

نظامِ حروفِ تہجی کی موجودہ علامات اور نشانات (حروف ابجد)، درحقیقت بامعنی اصوات کا بصری روپ ہیں۔ کسی بھی زبان کو بولنے والے اتنی ہی اصوات کی ادائیگی پر قدرت رکھتے ہیں۔ جتنی تعداد اس رسم الخط کے حروفِ تہجی کی ہوتی ہے۔ اردو خواں طبقہ، حروف تہجی کی زیادہ تعداد کے باعث۔ زیادہ اصوات کو ادا کرنے پر قادر ہے۔

اردو کے حروف تہجی کی تعداد کے حوالے سے علمائے اردو کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ عموماً ان حروف کی تعداد کو پچاس تسلیم کیا جاتا ہے۔ انگریزی میں چھبیس، عربی میں انیس، فارسی میں تینتیس اور ناگری (ہندی) میں ان حروف کی تعداد بیالیس ہے۔ حروف تہجی کی زیادہ تعداد کے باعث اردو بین العلاقائی اور بین المملکتی مزاج کی حامل ہے۔ اس نے عربی، فارسی اور ہندی اصوات کو بھی اپنے حروف میں جگہ دی ہے۔ سامی اور آریائی دونوں طرح کی زبانوں کے خاندانوں کے اثرات اردو حروف تہجی پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

بہت سی اقوام، اپنا رسم الخط نہ ہونے کی وجہ سے اپنے علمی سرمائے، حکمت ودانائی اور اظہار و بیان کے طریقوں سے محروم ہیں۔ اردو خط میں فارسی کی تمام اصوات موجود ہیں، جبکہ فارسی خط میں عربی کی تمام اصوات پائی جاتی ہیں۔ اس طرح سامی زبان کی عربی اور آریائی زبان کی فارسی کا اثر و نفوذ اردو میں پایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اشرف کمال رقم طراز ہیں:

"مسلمانوں کی جدت پسندی اور قوت اختراع کا یہ کرشمہ ہے کہ انھوں نے سامی لباس کو آریائی جسم کا جامۂ زیبا بنادیا۔ مدتوں تک اہل علم اور اہل فن اس کی تراش خراش میں مصروف رہے"۔ (10)

اردو زبان اپنی وسعت دامنی کے باعث، دوسری زبانوں کے بہت سے الفاظ کو اپنے دامن میں سمو چکی ہے۔ اردو کا خط اور زبان اصوات کے نقطۂ نظر سے جامعیت کے حامل ہیں۔ اسی لیے اس میں عربی، فارسی اور مقامی اصوات کا سنگم نظر آتا ہے۔ ابنِ مقلہ نے عربی کے حروف کی جو ترتیب وضع کی تھی اسے 'ابتث' کہا جاتا ہے، کیوں کہ یہ ترتیب، ا، ب، ت، ث، سے شروع ہوتی ہے۔ ان حروف میں، ٹ، چ، ڈ، ڑ، ژ، گ، ے، اور مرکب حروف جیسے: بھ، پھ، تھ، ٹھ، کھ، گھ، لھ، مھ، نھ، ڈھ، رھ، نھ، لھ، وغیرہ مقامی اصوات کی نمائندگی کے لیے وضع کیے گئے۔ اس حوالے سے عبد القدوس ہاشمی رقم طراز ہیں:

"اردو رسم الخط اگرچہ فارسی رسم الخط سے لے کر بنایا گیا ہے، لیکن اسے بعینہٖ فارسی کا رسم الخط نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ اگر نسبت اصل کی طرف ہی منظور ہے تو ہندی رسم الخط کو بھی سنسکرت، بلکہ قدیم سامری رسم الخط کہا کیجیے، کیوں کہ تاریخ کا وسیع علم رکھنے والے جانتے ہیں کہ ناگری میں اپنا حصہ اس سے زیادہ نہیں جتنا اردو رسم الخط میں اردو کا ہے"۔ (11)

اردو میں، چوں کہ آوازوں کی تعداد زیادہ ہے، اس لیے یہ دنیا کی تمام آوازوں کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے۔ اردو خواں طبقہ عربی، فارسی اور انگریزی کو درست تلفظ کے ساتھ بولنے میں دقت محسوس نہیں کرتا۔ بقولِ ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

"گویا جس طرح اردو اپنے ذخیرۂ الفاظ اور صرف و نحو کے اصول کے لحاظ سے ایک مخلوط زبان ہے، اسی طرح اس کا رسم الخط بھی مخلوط ہے، وہ دائیں سے بائیں لکھا جاتا ہے اور ظاہر میں عربی و فارسی رسم الخط سے بہت قریب ہے۔ لیکن اردو کے رسم الخط کو عربی یا فارسی کا رسم الخط خیال کرنا درست نہ ہوگا"۔ (12)

اردو خط کی انھی خصوصیات کے باعث اردو خواں طبقہ دوسری زبانوں کو سیکھنے میں زیادہ دقت محسوس نہیں کرتا۔ اردو رسم الخط کی جامعیت، وسعت اور ہمہ گیری دوسری زبانوں کی بامعنی اصوات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ بقولِ ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

"مکمل زبان وہ ہے جس میں ہر وہ خیال، جو انسانی دماغ میں آسکتا ہے، نہایت صفائی اور زور کے ساتھ ایک مخصوص لفظ کے ذریعے ظاہر کیا جاسکے۔ خیالات اگر سادہ ہوں تو الفاظ بھی سادہ اور اگر خیالات مشکل ہوں تو وہ بھی مشکل۔ اس طرح مکمل رسم الخط وہ ہے جس میں اس زبان کی ہر آواز کے لیے ایک مخصوص نشان ہو"۔ (13)

اردو خط کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ یہ دوسرے خطوں کی نسبت کم جگہ گھیرتا ہے۔اس سے کاغذ اور وقت کی بچت ہوتی ہے۔اس خط میں تمام لفظوں کو مکمل صورت میں نہیں لکھنا پڑتا بلکہ ان کے ابتدائی سرے تحریر میں شامل ہوتے ہیں،اس لیے یہ خط مختصر نویسی(Short Hand Writing) کی طرف مائل ہے۔یہ خط سادہ، پر کشش اور جاذبِ نظر ہے۔اسے بہت سی دیگر زبانوں کو پیشِ نظر رکھ کر وضع کیا گیا ہے۔اردو رسم الخط کے اوصاف کا تذکرہ ڈاکٹر اشرف کمال کرتے ہیں:

"جہاں تک آوازوں کا معاملہ ہے تو اردو کو یہ فخر حاصل ہے کہ حروف تہجی کی تعداد کے لحاظ سے وہ ایک اتنی ثروت مند زبان ہے کہ تقریباً ہر آواز کو ادا کر سکتی ہے، چاہے وہ عربی کا 'ق' ہو یا فارسی کا 'ژ'۔یا سنسکرت / دراوڑی کا 'ڑ' اور 'گھ' ہو۔ اردو میں ان آوازوں کو اسی طرح بولا اور لکھا پڑھا جا سکتا ہے"۔(14)

اردو رسم الخط میں عموماً اعراب کی ضرورت نہیں پڑتی،اگر بالفرض پڑتی بھی ہے تو چند علامات،(زیر،زبر اور پیش) کو اس مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ہندی (ناگری) اور رومن میں اس مقصد کے لیے حروف استعمال کیے جاتے ہیں، جیسے: رومن میں،A,E,I,O,U، کو بطور حروف علت استعمال کیا جاتا ہے۔علامات اور حرکات و سکنات کی منظم ترتیب، جس کے ذریعے کسی بھی لفظ کا حقیقی تلفظ ادا کیا جا سکتا ہے اور اس سے لفظ کے مخصوص معنی قائم ہوتے ہیں،نظامِ اعراب کہلاتا ہے۔ان علامات کی ضرورت بھی اس وقت تک رہتی ہے جب تک درست پڑھنے کی خوب مشق نہ ہو جائے۔ جملے کی ساخت اور مفہوم کے باعث ہر لفظ کے اعراب خود بخود ذہن میں ابھرتے ہیں۔اس طرح اردو خط مختصر نویسی اور زود نویسی کا نمونہ ہے۔

اردو کا خطِ نستعلیق،خطاطی کے لیے وضع کیا گیا تھا،مگر مرورِ ایّام کے ساتھ یہ ہر طرح کی تحریروں کے لیے استعمال کیا جانے لگا۔ عصر حاضر میں اردو خط کی سرکاری سرپرستی نہ ہونے کے برابر ہے،مگر یہ خط پھر بھی ارتقاء عروج اور ترویج و اشاعت کی منازل ایک تسلسل کے ساتھ طے کر رہا ہے کیوں کہ اس خط میں اس کی اپنی ذاتی،بصری اور باطنی خصوصیات ہیں جو اسے مکمل اور جامع خط کے طور پر زندہ رکھے ہوئے ہیں۔اردو خط کے حروفِ تہجی کی تعداد مسلسل ارتقا پذیر ہے اور نت نئی اصوات کے لیے نئے حروف وضع کرنے کا عمل ایک تواتر سے جاری رہا ہے۔ اردو رسم الخط نے عہدِ جدید کے تمام نت نئے تقاضوں کو احسن انداز میں پورا کیا ہے۔یہ خط اردو خواں طبقے کی بہت سی ضروریات کے علاوہ ،علاقائی زبانوں اور مقامی بولیوں کے لیے بھی رسم الخط کی ضروریات کو پورا کر رہا ہے اور اسی لیے یہ اہلِ پاکستان کے لیے ایک قابلِ فخر، قابلِ بھروسہ اور قابلِ تحسین سرمایہ اور ورثہ ہے۔

حوالہ جات

1۔ غازی علم الدین، پروفیسر،"لسانی مطالعے"، دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، 2015ء، ص:235

2۔ محمد اسحق صدیقی، "فنِ تحریر کی تاریخ"، مدون: کلیم الٰہی امجد، کراچی: بک ٹائم، 2018ء، ص:12

3۔ طارق عزیز، ڈاکٹر،"اردو رسم الخط اور ٹائپ"، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1987ء، ص:13

4۔ ملک، نذیر احمد، "اردو رسمِ خط۔ارتقا اور جائزہ"، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، 2018ء، ص:50

5۔ ڈاکٹر رابعہ سرفراز، "اردو زبان اور بنیادی لسانیات"، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2015ء، ص:125

6۔ قدرت نقوی، سید، "لسانی مقالات"، جلد: دوم، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1988ء، ص:130

7۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو املا اور رسم الخط"، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، 2013ء، ص:78

8۔ غازی علم الدین، پروفیسر، "لسانی مطالعے"، ص:235

9۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، "اردو املا اور رسم الخط"، ص:75

10۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، "لسانیات، زبان اور رسم الخط"، فیصل آباد: مثال پبلشرز، 2012ء، ص:94

11۔ ہاشمی، عبدالقدوس، (مضمون)، "ہمارا رسم الخط"، مشمولہ: "اردو رسم الخط"، مرتبہ: شیما مجید، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، 1989ء، ص:51

12۔ فرمان فتح پوری۔ ڈاکٹر، "اردو تدریس"، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، 2015ء، ص:67

13۔ ایضاً، ص:68

14۔ اشرف کمال، ڈاکٹر، "لسانیات، زبان اور رسم الخط"، ص:96